© rasailojaraid.com

مولانا عزیز زبیدی
منڈی واربرٹن (شیخوپورہ)

الاستفتاء

ملتان سے جناب مقبول چغتائی تحریر فرماتے ہیں کہ:

۱۔ صبح صادق طلوع آفتاب سے کتنی دیر پہلے شروع ہوتی ہے؟

۲۔ صبح کاذب میں اذان دینا اور سنتیں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (مختصراً)

الجواب: طلوع آفتاب سے کتنی دیر پہلے:

سردیاں ہوں یا گرمیاں، صبح کا وقت سدا ایک سا نہیں رہتا۔ اس لئے طلوع صبح صادق اور طلوع آفتاب کے فاصلے بھی گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں۔ یہ کیفیت صرف مہینوں کی نہیں، دنوں کا بھی یہی حال ہے کہ روزانہ کچھ نہ کچھ کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً ۲۳ فروری ۱۹۷۸ء کو لیجئے، جس دن آپ خط تحریر کر رہے ہیں، اس دن ملتان میں صبح صادق ۵ گھنٹے ۳۵ منٹ پر ہوئی اور سورج ۶ گھنٹے ۴۹ منٹ پر طلوع ہوا، لیکن اس کے بعد یہ اوقات کم و بیش ہونا شروع ہو گئے۔

یہاں تک کہ آج ۱۰ مارچ ۱۹۷۸ء کو (جس دن یہ عریضہ آپ کو لکھ رہا ہوں) ملتان میں صبح صادق ۵ گھنٹے ۱۴ منٹ اور طلوع آفتاب ۶ گھنٹے ۲ منٹ پر ہوا۔ آپ خود اندازہ فرمالیں کہ ۲۳ فروری کو دونوں کے مابین کتنا وقفہ تھا اور ۱۰ مارچ کو کتنا رہا؟

اصل میں فریقین کو جو پریشانی لاحق ہو رہی ہے وہ صبح صادق اور طلوع آفتاب کا وقت سدا فکس (FIX) کرنے کی وجہ سے ہو رہی ہے حالانکہ اس کا حساب روزانہ نیا کرنا پڑتا ہے۔

صبح کاذب میں صبح صادق سے پہلے جو اذان ہو سکتی ہے وہ صرف سحری یا تہجد کی ہو سکتی ہے۔ جہاں تک فجر کی نماز کے لئے اذان کی بات ہے وہ فجر کے طلوع ہونے پر موقوف ہے۔ کیونکہ اذان سے غرض یہ اطلاع دینا اور اعلان کرنا ہے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ یہ نہیں کہ وقت ہونے کو ہے تیاری کرلو! یہی وجہ ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اذان ہوتے ہی اگر کوئی صبح کی نماز پڑھنے کیلئے کھڑا ہو جائے تو اسے کوئی بھی ناجائز نہیں کہتا۔ کیونکہ اذان وقت کے ساتھ مخصوص ہے۔ بہر حال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک عہد میں صبح کے وقت دو اذانیں بھی ہوتی تھیں۔ پہلی اذان کا تعلق رمضان کی سحری سے ہوتا تھا اور دوسری کا صبح کی نماز سے:

"اِنَّ بِلَالاً یُؤَذِّنُ بِلَیْلٍ فَکُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰی یُؤَذِّنَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ" (بخاری ص ۸۷ ج ۱)

یعنی "حضرت بلالؓ رات کو اذان دیتے ہیں اس لئے سحری کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ ابن ام مکتومؓ اذان دیں!"

اگر صبح صادق سے پہلے کی اذان کافی ہوتی تو دوسری اذان کی ضرورت ہی نہ تھی۔ صحیح بخاری میں آتا ہے کہ حضرت ابن ام مکتومؓ صبح کی نماز کیلئے اذان اس وقت دیتے تھے جب ان سے یہ کہا جاتا کہ صبح ہو گئی، صبح ہو گئی:

"حتی ینادی ابن مکتوم قال: وکان رجلا اعمی لا ینادی حتی یقال له اصبحت اصبحت" (بخاری باب اذان الاعمی اذا کان له من یخبره ص ۸۶ ج ۱)

"وفی روایۃ لم یکن یؤذن حتی یقول له الناس حین ینظرون الی بزوغ الفجر" (فتح الباری ص ۳۴۴ ج ۲)

"جب ابن ام مکتومؓ اذان دیں تو کھانا پینا بند کر دیں۔ یعنی راوی کہتا ہے کہ حضرت ابن ام مکتومؓ نابینا تھے، جب تک ان سے صبح ہو جانے کو نہیں کہا جاتا تھا، اذان نہیں دیتے تھے۔"

"ایک اور روایت میں ہے کہ جب تک لوگ پو پھٹتی دیکھ کر ان سے اذان دینے کو نہ کہتے وہ اذان نہیں دیتے تھے۔"

امام ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ "فکلوا" کا لفظ اس امر پر دال ہے کہ صحابہ کے نزدیک اذان دخولِ وقت کی علامت تھی۔

"وبان الاذان کان علامۃ عندھم علی دخول الوقت فبین لھم ان اذان بلال بخلاف ذالک" (فتح الباری شرح بخاری ص ۳۴۴ ج ۲)

بعض روایات سے کچھ بزرگوں نے صبح ہونے سے قبل اذان دینے کا جواز ڈھونڈ نکالا ہے۔ مگر وہ استنباطات ہے مستنبطات صریح روایت کے مقابلے میں نہیں پیش کی جاتی کیونکہ اس میں کئی احتمال ہو سکتے ہیں اور:

"اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال"

© rasailojaraid.com